© rasailojaraid.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک واقعہ

تحریر: غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

میں اصل واقعہ کے متعلق صرف اشارہ کروں گا۔ اکثر قارئین نے یہ واقعہ سنا یا خود قرآن میں ضرور پڑھا ہوگا۔ شائقینِ قرآن سے استدعا ہے کہ وہ اس واقعہ کو ایک بار پھر پڑھیں یا کسی اہلِ علم سے پوچھ لیں۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ......﴾ (التحریم:۱) ہوا یوں کہ اس پس منظر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک پر شہد کو حرام کرلیا۔ آسمان سے فوراً وحی اتری ہمارے حلال کردہ شہد کو اپنے لئے کیوں ممنوع ٹھہرالیا ہے؟ اس پر آپؐ نے فوراً شہد کا استعمال شروع کردیا۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:۷] ''جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو عطا کریں وہ لے لو اور جس سے روکیں، رک جاؤ۔'' اب اس حکم کی روشنی میں ہم یہ دیکھیں کہ آپؐ کا اپنی امت کو کچھ دینا اور کچھ سے روکنا کیا مفہوم رکھتا ہے۔ یا جو کچھ نبیؐ دیتے ہیں، وہ آپ سے آپ ہی دیتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت دیتے ہیں اور جس سے آپؐ روکتے ہیں، وہ اللہ کے حکم سے روکتے ہیں یا اپنے اختیار سے روک دیتے ہیں؟

آپؐ کا عطا کرنا کیا مفہوم رکھتا ہے؟ یہ حلال کا حکم ہے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے، وہ قرآن میں بیان ہوئیں، قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اشیاء یا اگر آپ اس دائرہ کو وسیع کرنا چاہیں تو افعال کو اس دائرہ میں لا کر امت کو بتادیا قرآن میں حلال وحرام کے فیصلے کردیئے گئے۔

اس سے آگے ایک اور حکم سنئے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ [النجم:۳،۴] ''(ہمارے نبیؐ) اپنی خواہش سے گفتگو نہیں فرماتے بلکہ وہ بول بولتے ہیں، جو وحی کے تحت ہوتا ہے۔'' ہماری وحی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ﴾ [الحاقۃ:۴۴،۴۵،۴۶] ''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

دوسرا حکم اس لیے نہیں اترا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسا امکان موجود تھا۔ بلکہ وہ ہمارے یقین کو پختہ کرنے کیلئے تھا کہ نبیؐ ہمارا کلام سناتا ہے اور اگر آپؐ کا کوئی کلام آپؐ کی حدیث شریف میں مذکور ہوا ہے تو بھی وہ ہماری وحی غیر متلو ہے۔ اس لئے تم ہمارے نبیؐ کے حلال وحرام کے فیصلے ہمارے فیصلے سمجھ کر فوراً قبول کرلو۔ نبیؐ نے اپنی مرضی سے اپنی ذات پر شہد کو حرام کیا مگر امت پر اس کی حلت کو برقرار رکھا۔ جس زوجہ محترمہ کے سامنے یہ فیصلہ کیا تھا، انہیں خاص طور پر تاکید کردی تھی کہ اس فیصلہ کو صیغۂ راز میں رکھا جائے اور اس کی بھنک کسی تیسرے آدمی کے کان میں نہ پڑے مبادا امت میں حلتِ عسل مشکوک ومتنازعہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کام بڑا ہی آسان تھا کہ اپنے تمام احکامات اور اپنی ساری ہدایت انبیاء کی وساطت کے بغیر ہی اپنے تمام بندوں تک پہنچا دیا کرتا لیکن اس نے اپنی ہدایت انبیاء کے ذریعے اس لئے اتاری کہ وہ انہیں انسانوں کے سامنے اس ہدایت پر چلا کر دکھادے اور بتادے کہ جس طرح بشر رسول کیلئے اس پر عمل کرنا آسان ہے، اسی طرح ہر بشرِ امت پر آسان ہے۔

نبی ﷺ نے ابوجہل کو دائرہ اسلام میں لانے کیلئے کیا کیا جتن نہ فرمائے۔ ہر وحی اسے سناتے مگر یہ سعادت اس کے مقدر میں نہ تھی۔ اپنے محسن ومربی چچا ابوطالب کے انکارِ کلمہ اسلام پر کڑھتے۔ یوں لگتا تھا کہ آپؐ، اس جدوجہد اور تمنا میں اپنی جانِ عزیز گنوا دیں گے۔ قرآن شریف میں آیا کہ آپؐ نے اس قرآن کی دعوت سے ان بیوقوفوں کو فیض یاب کرنے کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے اور آپ کو بتا دیا گیا کہ یوں نہ کیا کریں۔ بس اپنے تئیں ابلاغِ ہدایت تک محدود رکھیں۔ رہا اس کے اثر سے کسی کو ہدایت دینا نہ دینا، ہمارا کام ہے۔ ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾ تقدیر وتدبیر کائنات کے اختیارات میں آپؐ کا کوئی دخل نہیں۔ جفاوعطا کے فیصلے ہم خود کرتے ہیں۔ سعادت وشقاوت کے فیصلے ہم خود کرتے ہیں۔ فتح وشکست، رزق، اولاد، حیات وممات، غربت وافلاس، بیماری اور شفا اور اسی طرح تدبیر کائنات، قحط ووبا، امساک وامطارِ باراں وغیرہ کے سارے معاملات ہمارے اپنے قبضہ میں ہیں۔ ہم ان میں کسی کو دخل کا اختیار نہیں دیتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی کی مغفرت کیلئے ستر بار آپ دعا کریں، ہم اسے ہرگز بخشنے والے نہیں۔ ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبہ: ۸۰]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی ذات پر عسل (شہد) حلال کو ممنوع ٹھہرا لینے کا معاملہ خالصتاً نجی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے جزوِ قرآن بنا دیا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو یہ جتا دینا چاہتے تھے کہ حلال و حرام کے فیصلے ہم خود کرتے ہیں اور ہمارے نبیؐ انہی فیصلوں کے پابند ہیں۔ اسی طرح تمام شعوبِ حیات میں رہنمائی ہم دیتے ہیں۔ ہمارے نبیؐ ہماری عطا کردہ رہنمائی پر خود عمل پیرا ہو کر تعلیم امت دیتے ہیں اور آپؐ کی یہی عمل پیرائی، آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہے جس کی اتباع ہم نے تم پر فرض کی ہے۔ ﴿من یطع الرسول فقد أطاع اللّٰہ﴾ میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ ﴿واطیعوا الرسول﴾ دونوں ایک مضمون کے دو انداز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو، منشائے الٰہی کا عملی نمونہ تھا۔ اس سیرتِ طیبہ کا کوئی انداز ایسا نہ تھا جس کی تصویر آپؐ نے خود بنائی ہو۔ یہ سیرتِ پاک، ایک ایسا نقش تھی، جو کہ ملأ اللہ تعالیٰ کے اپنے دست قدرت کا شاہکار تھی۔ آپؐ کی زندگی، دراصل اللہ تعالیٰ کی اپنی خواہش کی جیتی جاگتی تعبیر تھی، جسے وہ مثال کے طور پر تا قیامت اپنے بندوں کیلئے قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس زندگی کے خاکہ میں کوئی بھی رنگ آپؐ نے اپنی مرضی، اپنی پسند یا اپنی خواہش سے نہ بھرا تھا اور اگر کہیں بھرا تو فوراً مٹا دیا گیا جیسا کہ حرمتِ عسل کے باب میں کیا گیا۔ یہ زندگی کی عملی تصویر کا حال ہے اور اس سے آگے اگر قلب محمد ﷺ میں کوئی ایسی خواہش پیدا ہوئی جو نقاشِ حقیقی کی پسند کے مطابق نہ تھی تو اس خواہش سے بھی روک دیا گیا۔ آپؐ کی خواہش نہ تھی کہ زید، اپنی بی بی کو طلاق دیں۔ مگر آپؐ کو اس خواہش سے روک دیا گیا اور فرمایا گیا اس طلاق کا وقوع پذیر ہونا، ہماری خواہش ہے اور ہمارے ہی فیصلہ پر عمل ہوگا۔

یہ آپؐ کی خواہش ہی تھی جو آپؐ کو عبد اللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے پر آمادہ کر گئی تھی مگر یہ خواہش، خواہش ہی رہی کیونکہ یہ اللہ کی رضا سے میل نہ کھاتی تھی۔ مگر یہی خواہش جب رضائے الٰہیہ سے ہم آہنگ ہوئی تو عمرؓ کو محمدؐ کی غلامی میں لا کر انہیں فاروقِ اعظمؓ بنا گئی۔

اب ہم یہ حدیث سناتے ہیں: (اللّٰہ معطی و انا قاسمٌ)

اس حدیث کو اس کی موعظت سے ہٹا کر بیان کرتے ہوئے بعض اہلِ علم نے بڑی ٹھوکر کھائی۔ ہم نے جو کچھ اب تک لکھا ہے، دراصل اسی کی موعظت بیان کرنے کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام اور حلال کے فیصلے خود فرمائے اور ان سے نبیؐ کو قرآن مجید کے ذریعے آگاہ فرمایا۔ یا کچھ فیصلے آپؐ نے اپنی حدیث میں بیان فرمائے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منجانب اللہ تھے۔ نیکی، بدی، ہدایت، گمراہی، تسلیم وطغیان کی حدود وغیرہ کے بارے میں ساری تعلیم اور آگاہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی اور وہ آپؐ نے اہلِ عالم کے سامنے پیش فرمادی۔ آپؐ نے اس کی تقسیم یعنی ابلاغ میں کوئی امتیاز نہ برتا اور ساتھ شدید تمنا بھی فرمائی کہ لوگ اسے قبول کریں اور دوزخ سے بچ جائیں اور جنت میں جانے والے بن جائیں۔ مگر قاسم کی ساری جدوجہد اور تمنا کے باوجود ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اس تقسیم سے فائدہ نہ اٹھا سکے جبکہ صحابہؓ کی کثیر جماعت فیض یاب ہوگئی تو دیکھ لیں کہ ہدایت معطی کے ہاتھ میں رہی کہ قاسم کے ہاتھ میں؟

ان اہلِ علم نے عطائے ربانی مثلاً رزق، اولاد، عزت، ذلت، خوشحالی، بدحالی، کامیابی، ناکامی، سعادت وشقاوت وغیرہ کے متعلق یہ توجیہ فرمائی کہ یہ سب امور اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے سپرد فرما دیئے ہیں اور اب آپؐ ہی یہ سب اشیاء بندوں کو عطا کرتے ہیں اور اس طرح آپ مختارِ کل ہیں۔ اگر اس موقف کو درست مان لیں تو پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اشیاء اب حضورﷺ ہی بندوں کو عطا کرتے ہیں تو آپ قاسم نہ رہے بلکہ معطی ہوگئے۔ جبکہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کو معطی کہا گیا ہے۔ دوسرا نقص اس توجیہ میں یہ واقع ہوتا ہے کہ اس سے اس حکم کی تردید ہوتی ہے ﴿لیس لک من الأمر شيء﴾ تیسرا نقص یہ ہے کہ قرآن کے اس حکم پر زد پڑتی ہے:

﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [آل عمران:۲۶] ''آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' کیا کسی حدیث کا کوئی مفہوم ایسا بھی ہوسکتا ہے جو قرآن کی اتنی واضح آیات کی تردید کرتا ہو؟ اگر رزق کی تقسیم اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے اور نبیؐ فرماتے ہیں تو پھر لازم آتا ہے کہ کھانا کھا کر یہ دعا نہ پڑھیں: (**الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا**) ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں روٹی کھلائی اور پانی پلایا'' بلکہ یہ پڑھنا چاہیے اس نبی کا شکر ہے............ اسی سوال کے جواب سے ان اہلِ علم کی ساری توجیہ باطل ہوجاتی ہے۔ رزق کثیر اللہ باری تعالیٰ کے بڑے انعامات میں سے ہے۔ وہ فرماتا ہے: ''اللہ چاہتے ہیں تو کسی کا رزق بسیط کردیتے ہیں اور چاہتے ہیں تو محدود ومقرر کردیتے ہیں۔'' یہ تقدیرِ رزق، اس حکم کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ فرمایا ہے اور یہ اہلِ علم کہتے ہیں کہ رزق کے قاسم نبیؐ ہیں تو دیکھ لیں یہ عقیدہ صریحاً اس قرآنی حکم کے خلاف پڑتا ہے یا نہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اورزاویہ سے بھی اس پرنگاہ ڈالئے۔ حضورﷺ اگر واقعی قاسم رزق تھے تو اصحاب صفہ کے پیٹ پر پتھر کیوں بندھے ہوتے؟ کیا آپ نہ چاہتے ہوں گے کہ یہ غربائے اسلام بھی اس رزق سے کم از کم اتنا حصہ تو ضرور پائیں جس سے جسم وجاں کا رشتہ برقرار رکھ سکیں اور شکم تہی پر پتھروں کا بارگراں اٹھانے کی مشقت سے آزاد ہو جائیں؟ آپؐ کو اپنے اصحاب سے کتنی کچھ محبت تھی، اس کا جواب آپ جانتے ہیں۔ اصحاب صفہ تو مسافر تھے۔ خود صحابہ کبار بلکہ خود حضورﷺ اور آپ کی ازواجؓ اس تنگی رزق کا شکار تھے۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نبیؐ نے خود قاسم رزق ہو کر اپنے ہی اصحاب کو بھوکا رکھا؟

یہ دو واقعات سنئے: ''حضورﷺ گھر میں تشریف لائے۔ پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا بارک اللہ۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے، وہاں بھی فاقہ تھا۔ انہیں ساتھ لیا، حضرت عمرؓ کے ہاں گئے وہاں بھی فاقہ ہی تھا۔ ان دونوں کو ساتھ لے کر گئے۔ حضرت عثمانؓ کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے ضیافت کی۔ کیا حضورﷺ نے خود قاسم رزق ہو کر خود اپنے تئیں اور اپنے شیخین کو اتنا بھی رزق نہ دیا کہ فاقہ کشی کی نوبت نہ آتی؟

ابوہریرہؓ پر طویل فاقہ تھا۔ چلنا محال ہو چکا تھا۔ صفہ کے مکین اور نبیؐ کے مستقل مہمان تھے۔ جہاں میزبان پیٹ پر پتھر باندھے ہو، وہاں مہمان کو کون کھلائے۔ وہ خود ہی راوی ہیں کہ نماز کا وقت ہوا تو وہ گھسٹ گھسٹ کر بہزار دقت راستے میں آکر لیٹ گئے کہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھنے آئیں گے تو ان کی اس حالت سے آگاہ ہوں گے اور کچھ کھانے کو لادیں گے۔ کیا نبیؐ نے قاسم رزق ہو کر بھی ابوہریرہؓ کو اتنا رزق نہ دیا تھا کہ وہ فاقہ کشی کے باعث چل پھر بھی نہ سکتے؟

ہم ان اہلِ علم سے پوچھتے ہیں کہ اگر حضورﷺ واقعی قاسم رزق ہیں تو اپنے پیارے صحابہ پر رزق کی اتنی تنگی کیوں ڈال دیتے تھے۔ سامانِ عشرت نہ سہی کم از کم قوت لایموت تو اپنے صحابہؓ کو دیتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپؐ کی سب سے پیاری زوجہ محترمہ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، طیبہ طاہرہؓ پر تین مسلسل ایسے دن نہ گزرتے تھے کہ جن میں ان پر فاقہ نہ گزرتا، اور پھر آج ہی کو دیکھ لیں۔ ہم آپؐ کے امتی ہیں۔ فلسطینی آپؐ کے امتی ہیں۔ آپؐ قاسم رزق ہیں تو ہم پاکستانیوں کو اتنا قلیل رزق دیتے ہیں کہ ہم عالمی گداگر ہو کر دشمنِ اسلام امریکہ کی خیرات پر پلتے ہیں۔ بلکہ اب تو انڈیا کی امداد بھی قبول کر لیتے ہیں۔ فلسطینی مستقل طور پر اقوام متحدہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرانٹ پر جیتے ہیں۔ کیا آپؐ قاسم رزق ہو کر یہ پسند فرماتے ہیں کہ ان کی امت رزق کے واسطے دنیا میں دریوزہ گر ہو کر رہ جائے یہ تقسیم رزق اگر نبیؐ کی ہے تو اپنی امت کو اتنی مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں جبکہ قرآن میں آیا ہے کہ مومنین کی تنگی حضورﷺ پر بڑی گراں ہے اور آپؐ ان پر رؤف اور رحیم ہیں۔

یہ اہلِ علم سوچیں اور ساتھ اللہ سے ڈریں اور حضورﷺ کو قاسم رزق کہہ کر مسلمانوں کی تب اور اب کی غربت وافلاس کو آپؐ کے ذمہ لگا کر آپؐ کی رأفت ورحمت کی تردید نہ کریں۔ ہم نے بحث کیلئے صرف ہدایت، مغفرت اور رزق کے حوالے دیئے ہیں جبکہ ﴿لیس لک من الأمر شیٔ﴾ کا حکم تدبیر کائنات کی پوری سکیم پر حاوی ہے اور اس سکیم میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں اس ضمن میں نبیؐ کی دعاؤں کا حوالہ بھی ضروری ہے۔ آپؐ کی دعا قبول ہوئی تو عمرؓ تقویتِ اسلام کیلئے حاضر خدمت ہو گئے۔ مگر یہی دعا ابو جہل کے حق میں قبول نہ ہوئی۔ صحابہؓ خشک سالی کے خاتمہ کیلئے دعائے نبیؐ کے عارض ہوئے تو دست نبیؐ کے اٹھتے ہی آسمان سے بارانِ رحمت کے در کھل گئے۔ آٹھ دن تک نزول باراں ہوتا رہا۔ اگلے جمعہ کو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اب بارش کے رک جانے کی دعا فرمایئے تو آپ کی انگلی کے اشارے پر سحابِ کرم کوہ وصحرا کی طرف محوِ سفر ہو گئے۔ اگر نبیؐ قاسم باراں ہیں تو صحابہؓ کے سوال باراں پر خود ہی بارش برسا دیتے اور دستِ دعا بارگاہِ الٰہ بلند و دراز نہ فرماتے۔

سو قاسم کی جو توجیہ یہ اہل علم کرتے ہیں، وہ حدیث کی مسلمہ مواعظت کے الٹ ہے۔ اس توجیہ سے قرآن کی تردید ہوتی ہے۔ اس توجیہ سے حضورﷺ کی رأفت ورحمت پر زد پڑتی ہے۔ اس سے میدان حشر میں امتی امتی کہنے والے نبیؐ کی اپنی امت سے بے پایاں محبت میں نقص واقع ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ صفاتِ الٰہیہ کی ایک بڑی تعداد اس توجیہہ سے مجروح ہوتی ہے۔ وہ رزّاق ہے مگر آپ کہتے ہیں قاسم رزق حضورﷺ ہیں تو پھر اس کی صفتِ رزاقی کہاں گئی جبکہ ہم اس کی الوہیت پر اس کی صفاتِ عالیہ اور اسمائے حسنیٰ سمیت ایمان لائے ہیں۔

یہ معاملے ضد کے نہیں۔ ایمان کے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے ان کی اس توجیہ سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزاقی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پر وہ یہ یاد رکھیں کہ وہ تقسیم رزق کا اختیار اللہ تعالیٰ سے چھین کر حضورﷺ کو اگر دیتے ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں کے مجرم ہیں اور ان کے اس فعل پر اللہ اور اس کے رسولؐ دونوں ناراض ہیں۔

© rasailojaraid.com